Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 29,Issue:02 .(July-Dec) 2022
Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

لطائف اشرفی کے بنیادی مباحثِ تصوف

Laṭāif Ashārāfi's basic discussions of Sufism

Dr. Muhammad Sohail Shafiq
Chairman/Associate Professor, Department of Islamic History,
University of Karachi. msshafiq@uok.edu.pk

Sultan Ashraf Jahangir Samnani (808 AH - 866 AH), the crown prince of the four-hundred-year-old kingdom of Khurasan, who was awarded the titles of Qudwat-ul-Kubra, Mahbub-e-Yazdani, Ghous-ul-Alam, Jahangir, Ohad-ud-Din and Tariq-e-Sultanat. His father Syed Sultan Ibrahim was the King as well as a high-ranking scholar and the perfect saint of his time. On the death of his father the royal crown was placed on his head. He was 17 years old at that time. Despite all the preoccupations of the empire, his interest in spirituality continued to grow until he left the kingdom and visited India, Iran, Rome, Iraq, Turkey, Damascus, etc.

His works, namely "Laṭāif Ashārāfi's" (compiled by: Maulana Nizamuddin Yemeni) are a mirror of his practical life and a comprehensive curriculum of Sufism for the followers of Tariqat (Spirituality). In it, the terms Sufism, need of Shaykh, austerity and struggle, happiness and misery, true love, soul, heart, body, meditation, observation, unity of existence and many others has been well discussed. This is the reason why Laṭāif Ashārāfi has a prominent place in the books of Sufism. Most of the Sufis after the 8th century Hijri have presented Laṭāif Ashārāfi as a reference in their books. This article presents an introductory study of the basic discussions of Sufism in Laṭāif Ashārāfi.

Key words: Sheikh Ashraf Jahangir Samnani, Laṭāif Ashārāfi's, Malfūzāt, Sufism, Spirituality

سید اشرف جہانگیر سمنانی

سلسلہء اشرفیہ کے بانی سید اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی کی ولادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل (808ھ) میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کے والد سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے، جن کا شجرہ نسب حضرت امام حسین کے ذریعے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ملتا ہے جب کہ آپ کی والدہ محترمہ خدیجہ معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے

تھیں۔[1] آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم، معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قراتوں کے حافظ ہوئے۔ تصوف و عرفان سے آپ کو قلبی وروحانی ارتباط تھا۔ یہی ذوق آپ کو کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیاجو اپنے دور کے معروف صوفی بزرگ تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دارِ فانی سے رحلت کے بعد سترہ سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا۔ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ مگر چونکہ آپ کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا، اس لیے تھوڑے ہی عرصے بعد اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کرکے سلطنت سے دستبردار ہوگئے۔

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا کہ "ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالبِ صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے، اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو"۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ "جلد پورب (مشرق) ملک بنگال کی طرف جایئے کہ برادرم علاؤالدین گنج نبات آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار۔ خبردار! کہیں راستے میں زیادہ نہ ٹھہریے"۔ جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحیٰی منیری کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لیے۔[2]

حضرت علاؤالحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح وفلاحِ انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (ہندوستان) سے 53 میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھوچھ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہوگئے۔[3] 28 محرم 808 ہجری کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے درج ذیل تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں:

(1) لطائف اشرفی (2) مکتوباتِ اشرفی (3) بشارت المریدین[4]

لطائف اشرفی:

لطائفِ اشرفی، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپ کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک مستند اور بے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مریدِ خاص اور خلیفہ مولانا نظام الدین یمنی (جو مسلسل تیس برس سفر و حضر میں ہمہ وقت سید اشرف جہانگیر سمنانی کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کے جملہ احوال سے واقف تھے) نے آپ کی حیات مبارکہ میں مرتب کرکے آپ کی بارگاہ میں سنایا۔ اس گراں قدر کتاب میں 1300 سے زائد اولیائے کرام وبزرگانِ دین، 500 سے زائد اصطلاحاتِ تصوف، کم وبیش 400 دیار و امصار اور 200 سے زائد کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔

لطائفِ اشرفی 60 لطائف پر مشتمل ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ معروف عالمِ دین اور عربی و فارسی زبانوں کے ماہر علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی (1917ء-1997ء) نے کیا جب کہ اس پر نظر ثانی کے فرائض فارسی زبان و ادب کے ماہر اور ممتاز محقق ڈاکٹر خضر حیات نوشاہی (1952ء-2021ء) نے انجام دیے ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر اس کتاب کا جدید ایڈیشن ہے جسے علامہ محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی [چیئرمین، گلوبل اسلامک مشن، (نیویارک، امریکہ)] نے دسمبر 2020ء/ جنوری 2021ء میں دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ پہلی جلد میں لطیفہ 1 سے لطیفہ 20 جب کہ دوسری جلد میں لطیفہ 21 سے لطیفہ 60 شامل ہیں۔

لطائفِ اشرفی سالکانِ طریقت کے لیے ایک مکمل نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کا اندازہ لطائف کے درجِ ذیل عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے: توحید اور اس کے مراتب، ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کی اقسام، معرفت عارف و متعرف و جاہل، صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر، معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق، شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، اصطلاحاتِ تصوف، حقیقتِ معرفت راہِ سلوک و تلبیسِ ابلیس، شرائط تلقینِ اذکارِ مختلفہ، فضیلت ذکر جلی بر خفی، تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط، مشاہدہ و وصول و رؤیتِ صوفیہ و مؤمنان و یقین، لباسِ مشائخ کی اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کی شرائط، حلق و قصر[5]، معنی زلف و خال[6]، صوفیاء کی ابیات کے معنی و مفہوم[7]، سماع و استماعِ مزامیر[8]، اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد، مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء[9]، بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کا بیان، مقامِ اشرفی کا تعین اور مراتبِ عالی کا بیان، امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات، ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد نیز اصولِ شریعت و طریقت کا بیان، اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ، حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام، توبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کا بیان، امت کے فرقوں کی خصوصیات، انسان کے ظاہری اور معنوی مراتب، سفر کا بیان[10]، دنیا کے ان عجیب و غریب آثار کا بیان جو سید اشرف جہانگیر سمنانی نے ملاحظہ فرمائے، بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ، بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے، اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت، تجرید اور تفرید کا بیان، عشق اور اس کے درجات[11]، پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی، تقویٰ، توکل، تسلیم و رضا، خوف و امید، خواب کی تعبیر، بخل، سخاوت، رزق، ریاضت و مجاہدہ، سعادت و شقاوت، رسم و رواج، خوشگوار مزاج، حسنِ اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ و نصیحت، مومن و مسلم کا بیان، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل نیز بعض اختلافی پینے کی چیزوں کا بیان، امامت کی معرفت، تولا اور تبرا کی وضاحت اور ترکِ تعلقات، نفس، روح اور قلب کی معرفت، نبی ﷺ کا مبارک نسب اور سیرت، خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین و آئمہ کا بیان، ان بعض شعراء کا ذکر جو صوفیہ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے، چند کرامات کا بیان جو سید اشرف جہانگیر سمنانی سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں، زبدۃ الافاق سید عبد الرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر، بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح وغیرہ۔

لطائف اشرفی کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر محمد فرحت علی صدیقی اشرفی (حیدرآباد، انڈیا) لکھتے ہیں:

> "سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے فرامین کے مجموعہ "لطائف اشرفی" کو ادب و تصوف میں گراں قدر ملفوظات کی حیثیت سے اہمیت و شہرت حاصل ہے اور یہ کتاب اضافات صوفیہ میں اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ ہی سے ان ملفوظات کو اپنی تعلیمات و دروس میں شامل رکھا ہے۔۔ "لطائف اشرفی" کے مضامین میں سیرت، سوانح صوفیہ، تاریخ، تصوف، جغرافیہ کے علاوہ سفر و حضر

کے اہم ترین واقعات پر بہت کچھ مواد مرقوم ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ ان ملفوظات میں آپ کے اور عہدِ قدیم کے معاشرتی حالات، تاریخی واقعات، علمی و دینی معلومات، عرفانی اسرار و ہدایت اور نہ صرف اس عہد کے صوفیائے کرام کے حالات کا تذکرہ شامل ہے بلکہ اس میں صوفیانہ غوامض پر بھی سیر حاصل بحث ملتی ہے"۔[12]

لطائف اشرفی کے چند بنیادی مباحثِ تصوف نہایت اختصار کے ساتھ حسبِ ذیل ہیں:

❖ توحید اور اس کے مراتب

راہِ سلوک و معرفت کی اساس توحیدِ باری تعالیٰ ہے۔ لطائف اشرفی میں پہلا لطیفہ توحید ہی سے متعلق ہے۔ جس میں توحید اور اس کے مراتب یعنی توحیدِ ایمانی، علمی، رسمی، حالی اور حقیقتِ توحید کو بیان کیا گیا ہے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: توحیدِ الٰہی یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے۔[13] اور التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب (توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کی صفات میں)[14]

آپ فرماتے ہیں کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علمِ توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہیے کہ اہلِ طریقت کا اصول اور مالکانِ حقیقت کا وصول ہی علم شریف ہے۔ توحید کی حقیقت، حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ کے، اس طرح کہ تصورِ حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔[15]

❖ ولایت کی پہچان اور اس کی اقسام

ولی کی ولایت کی پہچان اور اس کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: الولایۃ ھی قیام العبد مع البقاء بعد الفناء و اِتصافیہ بصفۃ التمکین وَالصفا (یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفت تمکین وصفا سے، ولایت ہے)[16] اس سلسلے میں آپ نے تین آیاتِ قرآنی اور تین احادیثِ نبوی بیان کی ہیں۔ ولایتِ عامہ و ولایتِ خاصہ پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے۔ ولایت عامہ کو لطفِ الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق کے لطف سے قریب ہوئے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعے کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نورِ ایمان عطا فرما دیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہوگئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ اٰمَنُوا یُخْرِ جھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّور۔ (2: 257)

اللہ مددگار ہے ان کا جو مان گئے، نکالتا ہے ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف۔

جب کہ ولایت خاصہ اربابِ سلوک میں جو حضرات واصلانِ حق ہیں ان کے لیے مخصوص ہے۔ وھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائہ قالوا الو لیّ ھو الفانی فیہ والباقی بہ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے۔ اور کہا کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو)[17]

شرائطِ ولی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: الولی قلبہ مستانس باللہ متوحش عن غیر اللہ (ولی وہ ہے جس کا دل حق سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور گریزاں ہو) اور شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو، اور جس کسی پر بھی از راہ شریعت اعتراض ہو پس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے (ولی نہیں ہے)۔[18]

ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا قولاً اور ازروئے اعتقاد تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِن کُنتُمْ تحبون اللہ فَا تَّبِعُونِی (31:3)۔ (اعلان کردو کہ اگر دوست رکھتے ہو اللہ کو، تو پیچھے پیچھے چلو میرے)۔ پس سلوک وطریقت میں حضور ﷺ کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔[19]

ایک اور موقع پر آپ فرماتے ہیں کہ ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال وحرکات پسندیدہ ہوں اور میزانِ شریعت وطریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ وطائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو۔[20]

ولی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہ ہو، منفصل ہو متصل نہ ہو۔ جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا، جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ 'طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے'۔ اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہو گا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہو گا جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہو گا اور صاحبِ کشف عالم ہو گا اور جاہل نہ ہو گا، اور عالم ربانی ولی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہر گز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا۔[21]

کسی دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنے کے حوالے سے آپ سے سوال کیا گیا کہ: عام وخاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صدہا رحمتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور درجاتِ عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں، پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جاسکتی ہے۔ اور اگر دے دینا درست مان لیا جائے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہے ہیں، جب کہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں؟

اس عقدے کی گرہ کشائی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس ایثارِ ولایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا جاتا ہے جو بخشنے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا، تاکہ جسے یہ نعمت وروش اور طرزِ خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصولِ سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔[22]

راہ سلوک سے متعلق آپ فرماتے ہیں: کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ میں داخل ہونا سلوک ہے۔[23] اور سلوک میں اگر بارگاہ نبوی وسرکار مصطفوی ﷺ کی فرمانبرداری واطاعت کے راستہ سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں۔[24]

❖ معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل

معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔[25] اور عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تارک نہ کرسکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ خود کو لباسِ معرفت سے آراستہ کرنا اور دِل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ "معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود، مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بصد مرتبہ افضل وبہتر ہے۔"[26]

❖ صوفی و متصوف وملامتی وفقیر

لطیفہ 4 میں صوفی و متصوف وملامتی وفقیر کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور اربابِ ولایت یعنی غوث واامان واوتاد وابرار وابدال واخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں پر گفتگو کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حضرات سلوک دو قسم کے ہیں۔ ایک تو طالبان مقصدِ اعلیٰ، یہ 'مریدان وجہہ اللہ'، ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے: یُرِیْدُوْنَ وَجهَہ،(52:6)۔'طالب ذات ہو کر'۔ دوسرا گروہ طالبان مقصد سفلی، کا ہے، یہ 'مریدان آخرت' ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا: وَمِنکُم مَّن یَّرِیدُ الاٰ خِرَۃَ (152:3)۔'اور کوئی چاہے آخرت کو'۔

طالبانِ حق کے بھی دو گروہ ہیں: 1۔ متصوفہ 2۔ ملامتیہ۔

متصوفہ وہ جماعت یا گروہ ہے کہ بعض صفاتِ نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف واقوال سے متصف ہوگئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آگاہی حاصل ہوگئی ہے، لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اندر باقی رہ گئے ہوں الجھے ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایات وغایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملامتیہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق واختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص و محبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جدوجہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لیے واجب سمجھتے ہیں باوجود یہ کہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فروگزاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل ونوافل پر کاربند رہنا اپنے لیے لازم جانتے ہیں۔ ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے، جس طرح گنہگار گناہ کے ظاہر ہو جانے سے بچتا ہے، اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے کہ ریا کا گمان ہے بچتے ہیں تاکہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

بعض حضرات نے طبقہ ملامتیہ کی تعریف اس طرح کی ہے: الملامتی ھوالذی لایظھر خیر اوّلا یُضمرشرا۔ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپائے۔[27]

❖ شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے۔ او کما قال ﷺ الشریعۃ اقوالی والطریقہ افعالی و الحقیقۃ احوالی۔ (شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں)۔ ایک محقق کا قول نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں: الشریعۃ اقوال النبی مع الخلق و الطریقۃ افعال النبی مع النفس والحقیقۃ احوال النبی مع اللہ۔ یعنی شریعت نبی ﷺ کے اقوال ہیں خلق سے متعلق، طریقت نبی ﷺ کے افعال ہیں نفس سے متعلق، اور حقیقت نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ احوال ہیں۔[28] شریعت اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا وجوارح کی پاکیزگی ہے، طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسویٰ اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔ شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ قال ﷺ ذرۃ من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاہر۔ نبی ﷺ نے فرمایا اعمال باطنی کا ایک ذرہ اعمال ظاہر سے بہتر ہے۔[29]

شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ العزیمۃ ھو الفضل (عزیمت ہی فضیلت ہے)۔ یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا، اور سخت تکلیف برداشت کرنا۔ جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت

سے محروم رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت وطریقت میں اتحاد عمومیت کی بناپر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے۔(دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے۔ لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروعات و حال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔ مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بینا اور نابینا کا ہے۔ هل يستوى الاعمىٰ والبصير (50:6) کہ 'کیا برابر ہیں اندھے اور انکھیارے'۔[30]

❖ **اہلیتِ شیخ، اقتداء کی شرائط اور مرشد و مرید کے آداب**

آداب الشیوخ کے حوالے سے سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں:

1۔ شیخ کو چاہیے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔

2۔ پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے۔ تربیت وہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجے کی عطا ہے بدلہ قبول کرکے باطل نہ کرے۔

3۔ شیخ صاحب ایثار ہو، لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہو، تاکہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق ویقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی وتنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو۔

4۔ شیخ کا فعل قول کے مطابق ہونا چاہیے۔ یعنی کسی کام کے کرنے نہ کرنے کے لیے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پر کاربند ہونا چاہیے۔

5۔ کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیے۔ پیر کو کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے۔

6۔ پیر کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق ومہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیے تاکہ مریدین اس کے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں۔ کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے، جو پڑے گا وہی ظاہر ہو گا۔

7۔ پیر جس وقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے، تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔

8۔ نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبے کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوانے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ افضل البشر ﷺ باوجود کمالِ حال کے کہ کوئی آپ کا نظیر نہیں ہو سکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا۔

9۔ مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے۔ پیر کا مرید سے اپنی تعظیم وتوقیر کی توقع رکھنا اپنے حق سے اترنا ہے۔

10۔ مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے۔ اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے، تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو۔

آداب مریدین کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور ہے۔ اس طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگرچہ بطور مکر وریا ہو، اور ان کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے۔[31] آپ نے مریدین کے لیے درجِ ذیل آداب ذکر کیے ہیں:

1۔ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہیے کہ میر اکشود کار پیر ہی کی خدمت وملازمت وصحبت سے ہو سکتا ہے۔

2۔ پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے۔ اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور پیر کا تابعدار اور نیاز مند راضی اور خوشی رہے۔

3۔ اپنے اختیار کو مٹا دے، دنیا و آخرت کے کسی کام کو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرے۔

4۔ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے۔

5۔ کشفِ وقائع میں (خواب میں ہو یا بیداری میں) پیر کے علم کی طرف رجوع کرے۔

6۔ پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہیے، کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترک ادب ہے۔

7۔ جس وقت چاہے کہ پیر سے دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے، گفتگو کے اوقات کو جان لے۔

8۔ پیر اپنی کرامات وواقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے۔

9۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے اسرار کو، وارداتِ ظاہری و باطنی وواقعات کلی وجزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت وعنایت جو حق تعالیٰ اس کو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے پیر کے سامنے عرض کر دے۔

10۔ مرید کو چاہیے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے، اور جس بات میں کوئی پوشیدگی وباریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے۔

❖ شرائطِ تلقینِ اذکار

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: الذکرعبارة عن المداومة علی الکلمة الطیبة۔(ذکر نام ہے کلمہ طیبہ پابندی سے پڑھنے کا)۔ آپ فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشقِ الٰہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آبِ رواں، اور کبھی نہ ختم ہونے والے چشمے کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقے سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچتا ہے۔ مقصودِ کونین اور وجودِ خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے۔وسقٰھم ربھم شرابا طھورا (176: 21)'اور پلایا ان کو ان کے رب نے پاک صاف شراب' سے مراد یہی شربت ہے۔[32]

شرائط ذکر کے حوالے سے آپ فرماتے تھے کہ ذکر کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرّف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلّی اسی صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں۔ آپؒ نے ذکر کی درجِ ذیل شرائط بیان فرمائی ہیں:

ا۔ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیے۔ پیر کے ہر حکم کی بجاآوری میں کسی عاشق کی طرح ہونا چاہیے۔

۲۔ دردِ طلب ہو اور راہِ سلوک کا پورا پورا جذبہ ہو۔

۳۔ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو۔ کیونکہ جو خلق میں مشغول رہا وہ خالق کا طالب نہیں بن سکتا۔

۴۔ جب ذکر کو مستقل اور ہمیشہ کے لیے اپنائے تو اس کی بنیاد توبۃ النصوح پر رکھے اور گناہوں سے باز رہے۔

اگر ان شرائط کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو ذکر کے ثمرات وبرکات کامل طور پر حاصل نہ ہوسکیں گے۔[33]

❖ تفکر ومراقبہ

تفکر ومراقبہ جمع وتفرقہ کے شرائط ہمیں لطیفہ 10 میں ملتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے نوع انسانی کو دوسری انواع کے مقابل میں اس سے شرفِ خاص حاصل ہے۔ وہ شریف ترین قوت جو سرشتِ انسان میں انواع کے اعتبار

سے رکھی گئی ہے اور نفیس ترین جوہر جو سلسلہ جسمانی میں ودیعت کیا گیا ہے، وہ یہی تفکر ہے۔[34] اس بناء پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاددہانی کرائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ج ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ (191:3)

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور و فکر کرتے ہیں، (کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تونے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: صوفیہ کرام کے نزدیک 'تفکر' کے چند مراتب ہیں۔ جب مقدماتِ علوم میں سالک کو غور و فکر پیدا ہو تو اس کو 'تذکّر' کہتے ہیں اور جب وہ اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس سے بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو 'فکرت' کہتے ہیں اور فکرت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا نام 'تفکر' ہے۔[35]

❖ مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ

لطیفہ 11 مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین سے متعلق ہے۔ آپ فرماتے ہیں: وجود کے آئینے میں معاینہ کرنا اور چشمِ یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔ 'رویتِ باری تعالیٰ' اور 'اختیار' کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا، اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔ بعض مشائخ اور اربابِ تصوف نے مشاہدہ، وصول، رویت اور یقین کو الفاظِ مترادف خیال کیا ہے لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہانِ فانی سے ہے اور رویت دارِ آخرت سے موعود ہے، یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔[36]

وصول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عطفتین کو دور کردے، تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی دو میلانات یا دو خواہشات کو ترک کردے۔ اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت، عطفتان کیا ہیں؟ کہا کہ ایک ذرّہ تمھارے سامنے ایستادہ ہے، پس وہ تمھارے لیے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا کہ یہ ذرّہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الأخرۃ۔ (152:3) 'تم میں کوئی چاہے دنیا کو اور کوئی چاہے آخرت کو'۔ پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے؟ پھر شیخ شبلی نے فرمایا: جب تونے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں، وہ پاک اور واحد ہے۔[37]

آپ فرماتے ہیں کہ وصول دو طرح پر ہے: ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ العلم باللہ وصول الیہ (اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اُس کو جانا اور اُس پر ایمان لایا، گویا وہ اُس تک پہنچ گیا۔ اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ 'غیر سے الگ ہو جانا اور خدائے جل جلالہ سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے' اس لیے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان نہ زمین، نہ پہاڑ نہ دریا، نہ دشت نہ بیابان، کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔[38]

❖ مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات

لطیفہ 16 مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح پر مبنی ہے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرفِ استعداد کے پُر ہو جانے پر اُس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔ صوفیائے

کرام کا طریقہ جاریہ اور قانون مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلمات شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیے اور نہ ان کو رد کرنا چاہیے کہ یہ مقامِ وصول کا مشرب ہے عقل وخرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔[39]

آپ فرماتے تھے کہ اکثر اصحابِ عرفان اور بیشتر اربابِ وجدان، صاحبانِ صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات اربابِ سُکر ہیں۔ کبھی کبھی غلبہ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات کا صدور ہو جاتا ہے اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہو جاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک کے بعد اگر بارِ دگر سخنِ شطح اور کلامِ سکر آگیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کا تدارک کریں۔[40]

❖ آدابِ صحبت زیارتِ مشائخ وقبور

آدابِ صحبت زیارتِ مشائخ وقبور و جبین سائی کی اہمیت سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ فرائض وواجبات کی ادائی کے بعد اصحابِ طلب کے لیے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار مردان نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے، اس لیے کہ ان کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلّوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیر ومرشد کی نگاہِ لطف وکرم مرید کے کے لیے اکسیرِ دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مرید ان کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحبِ اسرار بن جائے۔[41] اکابر کی زیارت کے بعد جو مسندِ ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیے کہ بعض اربابِ طریقت اور اصحابِ معرفت نے اپنے مقصودِ حقیقی کو اُن قبور کی زیارت وملازمت ہی سے حاصل کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں شیخ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہو گئے ہیں۔ عالمِ ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے، ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟ اس لیے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہو گی نہ کہ صرف قبر میں۔ حضرت شیخ نے یہ اعتراض سن کر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کے لیے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمھاری جانب اس کی توجہ ہو گی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤ گے اور صاحبِ قبر کی قبر کا مشاہدہ کرو گے تو صاحبِ قبر بھی پورے طور پر تمھاری طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے زیادہ فائدہ حاصل ہو گا۔ نیز یہ کہ روح کے لیے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لیے یکساں ہیں لیکن وہ بدن جس سے وہ ستر سال تک متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محشور بھی ہو گی اور پھر ابد الآباد تک اسی بدن میں رہنا ہو گا۔ پس روح اُس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔[42]

❖ وحدتِ وجود اور مرتبہ شہود

لطائف اشرفی میں سید اشرف جہانگیر سمنانی نے تصوف کے دو معرکہ آرا مباحث وحدتِ وجود اور مرتبہ شہود پر بھی گفتگو کی ہے نیز بعض مشائخ کے وحدت وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید و تائید کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی وہ واضح عبارتیں جن کو صوفیہ وجود واحد کے اثبات کے لیے بطور سند لاتے ہیں بے شمار ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے چند قرآنی آیات، سید المرسلین ﷺ کی چند احادیث اور صحابہ وتابعین کے چند آثار ذکر کیے ہیں۔[43]

❖ خلوت اور گوشہ نشینی کی شرائط

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ طالبِ صادق جو خلوت میں بیٹھتا ہے اس کے لیے اس راہ کی دس شرطیں ہیں:

1۔ بقدرِ ضرورت شریعت کا علم ہونا

2۔توحید و معرفت کا علم ہونا

3۔جو علم سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا

4۔اپنے اختیار سے مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا نہ کہ ضرورتاً اور مجبوراً تحمل کرنا

5۔اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا تا کہ غرور میں مبتلا نہ ہو

6۔اعمال میں فتور اور تفرقہ پیدا نہ کرنا

7۔اپنی ذات میں طاعت وعبادت کے غرور کو راہ نہ دینا

8۔جو کچھ غیب سے عطا ہوا سے جمع نہ کرنا

9۔جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہیں ان سے کامل طور پر لا تعلق ہو جانا

10۔اور (اپنے اس فیصلے کو) سرمایہ سعادت اور نفع رساں جاننا

آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کی کوئی دنیاوی مراد یا جان سے لپٹنے والا مقصود حاصل نہ ہو تو اسے اصل دولت اور سعادت خیال کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے، کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا سے باز رکھتا ہے۔[44]

❖ **پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ**

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ زہد خواہشِ نفس سے علیحدہ ہو جانے کا نام ہے۔ لیکن محققوں کے نزدیک زہد و زاہد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے کیونکہ خود دنیا کی اتنی قدر و قیمت نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو زاہد کہا جائے۔ قل متاع الدنیا قلیل(77:4)'تم کہہ دو کہ دنیا داری چند روزہ ہے' سے دنیا کا کم حیثیت ہونا ثابت ہے۔الزھد فی الدنیا یذبح البدن و الزھد فی الآخرۃ یذبح القلب والاقبال الی اللہ تعالیٰ یذبح الروح یعنی دنیا سے پرہیز کرنا بدن کو ذبح کرنا ہے، آخرت سے پرہیز کرنا قلب کو ذبح کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا روح کو ذبح کرنا ہے۔[45]

پاکیزگی سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ تین باتوں پر منحصر ہے:

1۔ایک حسن توکل، جو چیز اسے حاصل ہو اس پر توکل کرے۔

2۔دوسرے حسن رضا، جو چیز اسے حاصل نہ ہو اس پر راضی رہے۔

3۔تیسرے حسن صبر، جو چیز اس سے فوت ہو جائے اس پر صبر کرے۔

متقی کے لیے لازم ہے کہ وہ عزیمت پر کار بند ہو اور رخصت کی فکر میں نہ رہے۔ جس شخص کا دل مفتی ہے وہ اپنے دل کے فتوے پر عمل کرے، ایسا شخص متقی اور نیک بخت ہوتا ہے۔ پرہیز گاری بھی ہر شخص کی نسبت سے متضاد ہوتی ہے۔ شریعت میں متقی وہ ہے جو اعضاو جوارح کے گناہوں اور ان کے سببِ اصلی سے اعراض کرتا ہے۔ طریقت میں متقی وہ ہے جو باطن کی برائیوں، نفس کے خطروں اور جسم کی بے جا خواہشوں سے بچتا ہے۔ حقیقت کی نظر میں متقی وہ ہے جو ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے۔ تھوڑے اور زیادہ میں فرق ہوتا ہے۔ تھوڑی چیز کا اختیار کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ جاہ واقتدار کی محبت، کشف و کرامت، زمین طے کرنا اور ہوا میں اڑنا اور اسی طرح کی باتیں، ان کے علاوہ ہر وہ شے جو غیر اللہ ہوتی ہے، مثلاً: حور و قصور، محبت وجدانی وغیرہ، حقیقی متقی ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔[46]

❖ اصطلاحاتِ تصوف

لطیفہ 7 اصطلاحاتِ تصوف سے متعلق ہے۔ اس میں اصطلاحاتِ تصوف کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور حروفِ تہجی کی موافقت کے ساتھ 500 سے زائد اصطلاحاتِ تصوف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کے لیے اشغال تصوف میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات، مقامات اور کیفیات واحوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو۔[47]

---

[1] نوشاہی، ڈاکٹر خضر، لطائف اشرفی (دیباچہ)، مرتب: مولانا نظام الدین یمنی، گلوبل اسلامک مشن (نیویارک)، دسمبر 2020ء۔ جنوری 2021ء، ج 1، ص 27

Naushi, Dr. Khizer, Laṭāif Ashārāfi (Preface), Edited by: Maulana Nizamuddin Yamani, Global Islamic Mission (New York), Dec. 2020- Jan. 2021, Vol. 1, p.27

[2] سمنانی، سید اشرف جہانگیر، لطائف اشرفی، محولا بالا، ج 1، ص 28

Samnani, Syed Ashraf Jahangir, Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.28

[3] لطائف اشرفی، ج 1، ص 29

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.29

[4] لطائف اشرفی، ج 1، ص 33

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.33

[5] سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: حلق وقصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق وعوائق کے بال دور کیے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔ (لطائف اشرفی، ج 1، ص 467) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.467

[6] یعنی لغاتِ شاعرانہ کو حضراتِ صوفیہ کے معانی مطلوبہ اور ان حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا ہے۔ تاکہ طالبانِ صادق جس لفظ کے اصطلاحی معنی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرہ ور ہو سکیں۔ (لطائف اشرفی، ج 1، ص 611-624) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.611-624

[7] سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار ان موتیوں کی سیپیاں ہیں کہ بعض شعراء متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے۔ (لطائف اشرفی، ج 1، ص 625) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.625

[8] اس میں اباحتِ سماع کے دلائل آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی اور اصحابِ اجتہاد کے اقوال اور اربابِ ارشاد کے افعال کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔ نیز مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں ذکر کیے گئے ہیں اور آداب وکیفیتِ سماع وکیفیت ورخصتِ مزامیر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (لطائف اشرفی، ج 1، ص 639-678) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.639-678

[9] اس سلسلے میں چودہ خانوادوں کی صراحت وتوضیح کی گئی ہے۔ جن میں خانوادہ زیدیاں، عیاضیاں، ادہمیاں، ہبیریاں، چشتیاں، حبیبیاں، طیفوریاں، کرخیاں، سقطیاں، جنیدیاں، گاذرونیاں، فردوسیاں، طوسیاں، سہروردیاں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس حصے میں خانوادہ اویسیاں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ (لطائف اشرفی، ج 1، ص 469-488) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.469-488

[10] سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: سفر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہری سفر یعنی پاؤں سے چل کر زمین عبور کرنا، دوسرا باطنی سفر یعنی امام کے حکم کے مطابق قلب کی سیر کرنا) کے فائدوں اور شرطوں کا بیان (لطائف اشرفی، ج 2، ص 879-885) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.879-885

[11] سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: عشق ذاتِ خالص، غیبت، ہویت اور روشنی ہے اور اصطلاحِ عوام میں محبت کی زیادتی ہے۔ آپ نے محبت کے درجِ ذیل پانچ اسباب ذکر کیے ہیں: 1۔ اپنے نفس اور اپنے وجود وبقا کی محبت 2۔ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کی محبت 3۔ صاحب کمال سے محبت 4۔

صاحبِ جمال سے محبت 5۔ وہ محبت جو روحانی ہم آہنگی کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ یہ اسبابِ محبت حضرت مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں لہٰذا حضرت حق جنھوں نے بے علت و بے استحقاق وہ اسباب پیدا فرمائے بدرجہ اولیٰ لائقِ محبت ہیں۔(لطائف اشرفی، ج2، ص975-981) Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.975-981

[12] اشرفی، ڈاکٹر محمد فرحت علی، حضرت محدث اعظم ہند کی نعتیہ شاعری وخدمات، گلوبل اسلامک مشن (نیویارک)، جون2018ء، ص186
Ashrafi, Dr. Muhammad Farhat Ali, Hazrat Muhaddith Azam Hind ky Naatiya Shairi wa Khidmat, Global Isalmic Mission (New York), June 2018, p. 186

[13] لطائف اشرفی، ج1، ص76
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.76

[14] لطائف اشرفی، ج1، ص63
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.63

[15] لطائف اشرفی، ج، ص75
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.75

[16] لطائف اشرفی، ج1، ص79
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.79

[17] لطائف اشرفی، ج1، ص82
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.82

[18] لطائف اشرفی، ج1، ص83
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.83

[19] لطائف اشرفی، ج1، ص84
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.84

[20] لطائف اشرفی، ج1، ص107
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.107

[21] لطائف اشرفی، ج1، ص84
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.84

[22] لطائف اشرفی، ج1، ص89
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.89

[23] لطائف اشرفی، ج1، ص341
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.341

[24] لطائف اشرفی، ج1، ص351
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.351

[25] لطائف اشرفی، ج1، ص117
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.117

[26] لطائف اشرفی، ج1، ص124
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.124

[27] لطائف اشرفی، ج1، ص134
Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.134

28 لطائف اشرفی، ج2، ص802

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.802

29 لطائف اشرفی، ج2، ص803

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.803

30 لطائف اشرفی، ج2، ص803

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.803

31 لطائف اشرفی، ج1، ص272

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.272

32 لطائف اشرفی، ج1، ص367

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.367

33 لطائف اشرفی، ج1، ص368

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.368

34 لطائف اشرفی، ج1، ص415

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.415

35 لطائف اشرفی، ج1، ص415

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.415

36 لطائف اشرفی، ج1، ص427

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.427

37 لطائف اشرفی، ج1، ص432۔433

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.432-433

38 لطائف اشرفی، ج1، ص433

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.433

39 لطائف اشرفی، ج1، ص573

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.573

40 لطائف اشرفی، ج1، ص573

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.573

41 لطائف اشرفی، ج1، ص595

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.595

42 لطائف اشرفی، ج۱، ص604۔605

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.604-605

43 لطائف اشرفی، ج2، ص807 -838

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.807-838

44 لطائف اشرفی، ج2، ص927

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.927

45 لطائف اشرفی، ج2، ص983۔984

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.983-984

[46] لطائف اشرفی،ج2،ص984

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.984

[47] لطائف اشرفی،ج1،ص 291

Laṭāif Ashārāfi, Vol.1, p.291